علم قراءات اور قراءاتِ شاذہ

قراءات سے مراد

'قراءات'، قراءت کی جمع ہے جو قَرَأَ يَقْرَأُ قِرَاءَةً کا مصدر سماعی ہے، اس کا معنی تلاوت یعنی پڑھنا ہوتا ہے۔[1] قرا کی اصطلاح میں 'قراءات' کی تعریف یہ کی جاتی ہے:

عِلمٌ بكيفية أداءِ كَلِمات القرْآن واختلافِها مَعزُوٌّ لِناقِله .[2]

''کلماتِ قرآنِ کریم کے ردّ و بدل (اختلاف) جس کی نسبت اس کے ناقل کی طرف ہو اور اَدا کی کیفیت کے متعلق علم کا نام 'علم قراءات' ہے۔''

یہ تعریف امام ابن جزری رحمہ اللہ کی ہے، بعض قرا نے 'قراءات' کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے:

مَذهبٌ مِن مذاهبِ النُّطق في القرآن، يَذهَب به إمامٌ من الأئمّة القُرّآءِ مذهباً يُخالِف غيرَهٗ في النُّطقِ بالقرآن الكريم، وهِي ثابتةٌ بأسانيدها إلىٰ رسول الله ﷺ .

''قراءاتِ قرآنیہ، قرآن کریم کے نطق کے مذاہب میں ایک ایسا مذہب ہیں جن کو معروف قرا میں سے کوئی ایک قاری اختیار کرتا ہے اور اس میں وہ دوسرے قرا کے نطق کی مخالفت کرتا ہے، لیکن وہ تمام مذاہب اللہ کے رسول ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں۔''[3]

علم قراءات کا اِرتقا

جب خلیفۂ ثالث جامع قرآن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ہر ایک صرف اسی کو قرآن سمجھنے لگا جو اس نے رسول کریم ﷺ سے بالمشافہ سنا تھا، لوگوں میں قراءات کے متعلق اختلاف بڑھ گیا، ہر شخص اپنی قراءت کو ہی صحیح اور دوسروں کی قراءت کو غلط کہنے لگا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سخت پریشان ہو گئے۔ پھر جب سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ غزوہ اَرمینیہ سے لوٹے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اہل شام اور عراق میں قراءات کے مختلف اختلاف کی خبر دی تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ سب نے یہ مشورہ دیا کہ تمام لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیا جائے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اُم المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے وہ مصحف منگوایا جو خلیفۂ اوّل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لکھا گیا تھا اور پھر ان کی وفات کے بعد خلیفۂ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اُن سے اُم المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا تک پہنچ چکا تھا، تاکہ وہ جمع قرآن کی اساس اور بنیاد بنے اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں قرا کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ وہ تمام قراءاتِ قرآنیہ متواترہ کو

☆ فاضل كلية الشّريعَة، مدینہ یونیورسٹی، وفاضل کُلية القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ

اُم المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے مصحف کی روشنی میں مصاحف میں لکھیں۔ قرا کی جماعت نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق تمام قرآن کریم کو اس کی قراءات کے ساتھ جمع کیا۔ جن مقامات پر ایک ہی رسم سے سب قراءتیں نکل سکتی تھیں وہاں سب کا رسم ایک ہی رکھا اور ان مصاحف کو نقطوں اور حرکات سے مجرد کر دیا تا کہ تمام قراءاتِ متواترہ ان مصاحف میں آجائیں۔

امام شاطبی رحمہ اللہ علم الرسم میں اپنی معروف کتاب 'قصیدہ رائیہ' میں فرماتے ہیں:

فَقَامَ فِیهِ بِعَونِ اللهِ یَجْمَعُهُ ... بِالنُّصْحِ وَالْجِدِّ وَالْحَزْمِ الَّذِی بَهَرَا
مِنْ کُلِّ أَوْجُهِهِ حَتَّیٰ اسْتَتَمَّ لَهُ ... بِالأَحْرُفِ السَّبْعَةِ الْعُلْیَا کَمَا اشْتَهَرَا
فَجَرَّدُوهُ کَمَا یَهْوَیٰ کِتَابَتَهُ ... مَا فِیهِ شَکْلٌ وَلَا نَقْطٌ فَیَحْتَجِرَا

''پس زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس کام کیلئے مستعد ہو گئے اور وہ قرآن کو اس کی تمام وجوہ سمیت اخلاص، پوری کوشش اور احتیاط سے جمع کر رہے تھے حتیٰ کہ وہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کیلئے ان سات حروف کے ساتھ پورا ہو گیا جو بلند ہیں جیسا کہ وہ مشہور ہیں (یعنی مشہور حدیث میں آیا ہے کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے)۔ پس اس جماعت نے اس کو حرکتوں اور نقطوں سے خالی کر دیا جیسا کہ عثمان رضی اللہ عنہ اس کی کتابت چاہتے تھے تا کہ یہ (نقاط اور حرکات) روک نہ دیں (یعنی باقی قراءات کے اس رسم میں داخل ہونے کو)۔''

پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان مصاحف کو مشہور قرائے کرام کے ساتھ مختلف علاقوں میں بھیج کر باقی تمام مصاحف جلانے کا حکم دے دیا۔ تمام علاقے والے اپنے اپنے مصحف اور اس کے ساتھ آنے والے قاری سے قرآن کریم سیکھتے رہے یہاں تک کہ ان مشہور و معروف قرائے سبعہ کا زمانہ آ گیا جنہوں نے صرف قرآن کریم کی خدمت اور اس کی نشر و اشاعت کیلئے اپنے آپ کو مخصوص کر لیا۔

متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ قرآن کریم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ قرآن کریم سیکھا۔ کسی نے ایک حرف کے مطابق، کسی نے دو کے مطابق جبکہ بعض نے دو سے زیادہ حروف کے مطابق۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف شہروں میں پھیل گئے اور اُنہوں نے جس جس طریقہ سے آپ سے سیکھا تھا، اسی طریقہ سے قرآن کریم کو پڑھانا اور سکھانا شروع کر دیا۔ اس طرح تابعین عظام رحمہم اللہ نے ان سے یہ حروف سیکھے اور اُن سے تبع تابعین نے اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ معاملہ ان معروف و مشہور قرائے سبعہ تک پہنچ گیا جو صرف قرآنِ کریم کی خدمت اور نشر و اشاعت کیلئے مختص ہو گئے تھے۔[۵]

واضح رہے کہ قرآنِ کریم اور قراءات کی اَصل اساس نہ تو مصاحفِ عثمانیہ ہیں اور نہ ہی کبھی ہو سکتے ہیں بلکہ ان کی بنیاد اُستاد کے منہ سے بالمشافہ اَخذ و تلقی پر ہے حتیٰ کہ اس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو کر اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے۔ مصاحفِ عثمانیہ ایک لحاظ سے کتاب اللہ کیلئے مسلمانوں کا جامع مرجع ہیں اور وہ بھی صرف ان معاملات میں جن پر وہ دلالت اور جن کی وہ تعیین کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو قراءات بھی ان مصاحفِ عثمانیہ کی رسم کے احاطہ میں نہیں آتی وہ قرآن نہیں بلکہ وہ شاذ قراءت ہو گی۔

اگر مصاحفِ عثمانیہ کو ہی قراءات کی اَصل بنیاد قرار دے دیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ ان مصاحف کی رسم کے

مطابق قرآنی لفظ کو جیسے بھی پڑھ لیں تو وہ قرآن ہے حالانکہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وہ قرآن نہیں۔

قرآنِ کریم اور علم قراءات

قرآن کریم اور قراءات دونوں حقیقت ہیں، اور ایک چیز نہیں بلکہ باہم متغیر ہیں۔ ان میں یہ فرق بیان کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو محمد ﷺ پر اعجاز اور بیان کیلئے نازل ہوا جبکہ علم قراءات: مذکورہ کلام کے الفاظ کے حروف اور کیفیات کے اختلاف کا علم ہے۔[۵]

علمائے کرام نے قراءاتِ قرآنیہ پڑھنے، پڑھانے کیلئے تین بڑی شرطیں بیان کی ہیں:

- اس کو فقہ اسلامی کا کم از کم اتنا علم ہو کہ وہ اپنے دین کے لازمی اُمور پر صحیح طور پر عمل کر سکے۔
- اس کو اُصولِ فقہ کا اتنا علم ہو کہ وہ قراءات کے متعلق شبہات پیدا کرنے والوں کا ردّ کر سکے اور مخالف پر حجت قائم کر سکے۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ اسے قواعد اُصولیہ کی معرفت حاصل ہو۔
- نحو وصرف کا اتنا علم ہو کہ ہر قراءت کی توجیہ کر سکے، اس کیلئے ضروری ہے کہ اسے معرب، مبنی اور اشتقاق کے قواعد معلوم ہوں۔[۶]

سلف صالحین میں معروف قرائے کرام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں درج ذیل قرا بہت معروف ہوئے:

مہاجرین میں سے: سیدنا عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عبد اللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، حذیفہ بن یمان، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر، زبیر بن عوام، معاویہ بن ابی سفیان وغیرہم رضی اللہ عنہم، جبکہ انصار میں سے: سیدنا اُبی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، ابو الدردا، ابو موسیٰ اشعری وغیرہم رضی اللہ عنہم

تابعین میں سے جو قرائے کرام بہت معروف ہوئے وہ درج ذیل ہیں:

مدینہ نبویہ سے: سیدنا سعید بن مسیب، مسلم بن جندب، ابن شہاب الزہری، عبد الرحمن بن ہرمز (اعرج)، معاذ ابن الحارث جو معاذ القاری کے نام سے مشہور ہیں، **مکہ مکرمہ سے:** عطا بن رباح، طاؤس بن کیسان الیمانی، عبد اللہ ابن ابی ملیکہ، **بصرہ سے:** ابو العالیہ ریاحی، ابو رجا عطاردی، نصر بن عاصم، یحییٰ بن یعمر، حسن بصری، محمد بن سیرین، قتادۃ بن دعامہ، **کوفہ سے:** علقمہ بن اسود، اسود بن یزید نخعی، مسروق بن اجدع، عبیدہ بن عمرو سلمانی، عمرو بن شرحبیل، ربیع بن خثیم، حارث بن قیس اور **شام سے:** مغیرۃ بن شہاب مخزومی صاحب مصحفِ عثمان، ابو بحریہ عبد اللہ بن قیس حمصی، یحییٰ بن حارث الذماری، عطیہ بن قیس وغیرہم رحمہم اللہ[۷]

درج بالا قرائے کرام وہ ہیں جن کا مشغلہ قرآنِ کریم کی تعلیم ونشر واشاعت بھی تھا اور دوسرے علوم بھی۔ کچھ علما ایسے بھی تھے جنہوں نے خود کو علم قراءات کی حفاظت اور نشر واشاعت کیلئے مختص کر لیا تھا، ان قرائے کرام کے نام درج ذیل ہیں:

مدینہ نبویہ سے: ابو جعفر یزید بن قعقاع، شیبہ بن نصاح، نافع بن ابی نعیم، **مکہ مکرمہ سے:** عبد اللہ بن کثیر، حمید بن قیس اعرج، محمد بن محیصن، **بصرہ سے:** عبد اللہ بن ابی اسحاق، عیسیٰ بن عمرو، ابو عمرو بن العلا، عاصم جحدری، یعقوب

حضرمی، کوفہ سے: یحییٰ بن وثاب، عاصم بن اَبن نجود، سلیمان اعمش، اَبوعمارہ حمزہ بن حبیب، علی بن حمزہ کسائی، جبکہ شام سے: عبداللہ بن عامر، عطیہ بن قیس کلابی، اسمٰعیل بن عبداللہ بن مہاجر، یحییٰ بن حارث ذماری اور شریح بن یزید حضرمی وغیرہم رحمہم اللہ [8]

قراءات، روایات اور طرق میں فرق

قرآنِ کریم کی کل قراءاتِ متواترہ دس معروف قرائے کرام سے منقول ہیں، ان میں سے ہر قاری کے دو دو راوی اور ہر راوی کے کئی شاگرد ہیں جن کو طریق کہا جاتا ہے۔ کل رواۃ بیس جبکہ کل طرق اَسی ہیں۔ اور یہ تمام طرق صحیح ہیں جن پر علمائے قراءات کا اتفاق ہے۔[9]

یہ وہ روایات اور طرق ہیں جو اَبوعمرو دانی رحمہ اللہ کی التیسیر اور امام شاطبی رحمہ اللہ نے حرز الامانی میں ذکر کیے ہیں، لیکن قراءاتِ سبعہ وعشرہ کی صرف وہ وجوہ ہی صحیح نہیں جو التیسیر اور شاطبیہ وغیرہ میں منقول ہیں، بلکہ یہ تو مختصر کتابیں ہیں جن میں ان قرائے کرام کے صرف دو دو راوی بیان کئے گئے ہیں حالانکہ ان اماموں نے تقریباً ۷۵ سال سے ۹۹ سال تک عمریں پائی ہیں اور ہر ایک نے قرآنِ کریم کی خدمت میں ساٹھ برس سے زیادہ صرف کئے ہیں۔ تذکروں اور طبقات سے معلوم ہوتا ہے کہ روزانہ بیشمار طلبہ ان کے دروس میں شریک ہوتے تھے۔ امام نافع رحمہ اللہ فجر سے پہلے پڑھانا شروع کر کے عشا تک برابر پڑھاتے رہتے تھے، ہر شخص کیلئے تیس آیتوں کا وقت مقرر تھا، بڑی کوشش پر ورش رحمہ اللہ کو تہجد کے بعد زیادہ وقت ملتا تھا۔ امام ابوعمرو رحمہ اللہ کے گرد طلبہ کا زیادہ مجمع دیکھ کر سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ نے تعجب سے کہا تھا کہ کیا علما اَرباب بن گئے؟ امام عاصم رحمہ اللہ سے پڑھنے کا موقع مشکل سے ملتا تھا۔ امام علی کسائی رحمہ اللہ سے دَور اور قراءت کے طور پر پڑھنا ناممکن ہوگیا تھا بلکہ طلبہ کی کثرت کی بنا پر دور بیٹھنے والوں کو شکل دیکھنی بھی دشوار تھی، اس لئے امام صاحب منبر پر بیٹھ کر خود پڑھتے تھے اور شائقین آپ سے قراءت حاصل کرتے جاتے تھے۔[10]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان قرائے کرام کے لازماً اور شاگرد بھی تھے جن کی روایات بھی متواتر و صحیح تھیں۔ التیسیر اور شاطبیہ وغیرہ میں اختصاراً صرف دو دو راوی مذکور ہیں۔

قاری فتح محمد صاحب رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''پانچویں صدی کے شروع تک قراءاتِ سبعہ اکثر مشہور طرق و روایات کے ساتھ پڑھی اور پڑھائی جاتی تھیں، چنانچہ علامہ دانی رحمہ اللہ نے جامع البیان میں پانچ سو روایات اور طرق بیان کئے ہیں۔ پھر ہمتیں اور گھٹ گئیں اور طلبہ مزید اختصار کی درخواست کرنے لگے تو علامہ دانی رحمہ اللہ نے تیسیر لکھی اور اس میں ہر امام سے فقط دو دو روایتیں بیان کیں تاکہ طلبہ آسانی سے یاد کر سکیں۔ پھر علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے تیسیر کو نظم کر کے اس کی روایات اور طرق کو چار چاند لگا دیئے اور یہ تمام عالم میں مشہور ہوگئیں۔ جن قراءتوں کا رواج کم ہوتا گیا وہ ختم ہوتی گئیں۔ اسی طرح سبعہ کے بعد کی تین قراءتیں بھی غائب ہو جاتیں لیکن حق سبحانہ وتعالیٰ نے اَئمہ کرام ابن مہران، ابن غلبون، ابن شیطا اہوازی، ابو العلا اور محقق ابن جزری رحمہم اللہ کو توفیق عطا فرمائی اور وہ ان کے پڑھنے و پڑھانے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے اور اہل مصر بھی خدمت کرتے رہے، اس لئے یہ بھی محفوظ ہوگئیں۔ قرائے سبعہ کی باقی روایات التیسیر کے بعد ختم ہوگئیں۔ سبعہ کی

یہ روایات اور ان سے پہلے اماموں کی قراءات اس لئے غائب نہیں ہوئیں کہ وہ شاذ تھیں بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ علما فوت ہوگئے اور علم ان کے ساتھ چلا گیا۔ آئندہ کوئی جانشین نہیں بنا، اب اُمت کے پاس صرف دس متواتر قراءتیں اور ان کی دو دو روایتیں باقی ہیں۔ ان کے علاوہ چار قراءتیں اور ہیں جو صرف کتابوں میں درج ہیں، پڑھی پڑھائی نہیں جاتیں، دس قراءتیں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ کوئی قراءت اول سے آخر تک شاذ نہیں ہوتی بلکہ ہر ایک قراءت کی وہی وجوہ شاذ ہوتی ہیں جو ضابطۂ قراءت کے خلاف ہوں۔[11]

اِمام اَبو حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان اماموں کے زمانے میں قراءت کے نقل کرنے والے اور اختیار کرنے والے بے شمار تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی تھی کہ علم کم ہوجائے، پڑھانے والوں نے جب لوگوں میں سستی اور ان کی ہمتوں میں قصور اور فتور دیکھا تو پہلے سبعہ پر پھر ان میں سے بھی قلیل حصے پر اکتفا کرلیا۔[12]

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان قرا کے دو دو راویوں کے علاوہ اور بھی رواۃ ہیں اور ان کی روایات بھی متواتر و صحیح ہوسکتی ہیں۔ واللہ اعلم

اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ قراءت، روایت اور طرق کا فرق کیا ہے تو اختلاف کی نسبت اگر امام کی طرف ہو تو اسے قراءت، اگر راوی کی طرف ہو تو اُسے روایت اور اگر راوی کے شاگرد کی طرف نسبت ہو تو وہ طریق ہے۔ راوی کے شاگرد کو طریق کہتے ہیں خواہ یہ خود راوی کا شاگرد ہو یا اس کے شاگرد کا شاگرد ہو، غرض اس کے سلسلۂ تلامذہ میں داخل ہو۔[13]

مثلاً دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنا امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءت اور امام قالون کی روایت جبکہ اَبو عدی کا طریق ہے ابن سیف سے، جس کو اُنہوں نے ازرق سے اور ازرق نے امام ورش رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔[14]

قراءات کی تعداد

جب ہم علم قراءات کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اکثر ملتا ہے کہ قرائے سبع، قرائے عشر، قرائے اربعہ عشر۔ سوال پیدا ہوتا کہ کیا قراءاتِ متواترہ کی تعداد انہی قرا یا ان میں سے بعض قرا میں منحصر ہے یا پھر ان قرائے کرام کے علاوہ کی قراءات بھی متواتر ہوسکتی ہیں؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ علماء کا قراءات سبعہ اور عشرہ کی صحت پر اجماع ہے۔[15]

اور ان کے علاوہ کی قراءات کے بارے میں امام ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص آج قراءاتِ عشر کے علاوہ ایک نئی قراءت دریافت کرے اور کہے کہ یہ متواتر ہے تو یہ ناممکن ہے لیکن صدورِ اوّل میں ممکن ہے کہ کوئی ایسی متواتر قراءت بھی ہو جو قرائے عشر کی قراءات کی علاوہ ہو۔''[16]

صاحب مناہل العرفان شیخ زرقانی رحمہ اللہ اس مسئلہ کو کچھ تفصیل سے ڈسکس کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''چار قراء توں (یعنی وہ قراءات جو قراءاتِ عشرہ کے علاوہ ہیں یعنی امام حسن بصری، ابن محیصن، یحییٰ یزیدی اور الاعمش رحمہم اللہ کی قراءات) میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض متواتر ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ صحیح ہیں اور بعض کے نزدیک کہ وہ شاذ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ شخصیات اور عدد کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ قراءاتِ صحیحہ کا ایک ضابطہ ہے۔ پس جس قراءت میں بھی تین رُکن پورے ہوجائیں وہ قراءتِ مقبولہ ہے اور اگر تین رکن پورے نہیں ہوتے تو وہ

مردود ہے، اس معاملہ میں قراءاتِ سبعہ، عشرہ، اَربعہ عشر اور ان کے علاوہ قراءات میں کوئی فرق نہیں ۔ پس ہر قراءت کیلئے ایک ہی میزان ہے جس کی اتباع کی جانی چاہئے۔'' [۱۷]

شیخ زرقانی رحمہ اللہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ شخصیات اور اعداد کی مسئلہ نہیں یعنی یہ نہیں کہ قراءاتِ سبعہ صحیح ہیں یا قراءاتِ عشرہ صحیح ہیں یا ائمہ نافعؒ، ابن کثیرؒ، ابن عامرؒ اور عاصمؒ وغیرہ کی قراءت صحیح ہے بلکہ اصل مسئلہ ضابطے کا ہے جو علماء نے مقرر کیا ہے یعنی اگر کسی قراءت میں تینوں ارکان پائے جائیں گے تو وہ قراءت صحیحہ ومقبولہ ہوگی ورنہ نہیں۔

تو معلوم ہوا کہ قراءات کی تعداد محدود نہیں بلکہ جو قراءت بھی معروف تین ارکان، جن کی تفصیل آگے آ رہی ہے، پر پورا اُترے وہ صحیح قراءت ہے اور اس کی بطور قرآن کریم تلاوت جائز ہے۔ واللہ اعلم

قراءات کی اقسام

عرفِ عام میں عموماً قراءات کی دو مشہور قسمیں ذکر کی جاتی ہیں: ① قراءاتِ متواترہ ② قراءاتِ شاذہ

قراءاتِ متواترہ سے مراد وہ صحیح اور مقبول قراءات مراد لی جاتی ہیں جو نبی کریم ﷺ سے بطریق تواتر مروی ہوں اور عربی قواعد و رسم عثمانی کے موافق ہوں۔ صرف انہی کی تلاوت جائز ہے۔

قراءاتِ شاذہ سے مراد ضعیف سند والی قراءات ہیں یا پھر وہ قراءت جو عربی قواعد اور رسم عثمانی کے موافق نہ ہو۔

علمائے قراءات نے قراءات کی اقسام کو تفصیل سے ذکر کیا ہے، اِمام اَبو محمد مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قراءات کی کل تین اقسام ہیں:

- وہ قراءت جس میں تینوں اَرکان پائے جائیں یعنی وہ ثقات سے مروی ہو، عربی قواعد اور رسم عثمانی کے موافق ہو۔
- جو خبر واحد سے مروی ہو، عربی قواعد کے موافق ہو اور رسم عثمانی کے مخالف ہو۔ اس کو بطور قرآن نہیں پڑھا جا سکتا۔
- جو کسی غیر ثقہ راوی سے مروی ہو یا پھر ثقہ سے مروی ہو لیکن عربی قواعد کے خلاف ہو تو اس کو بھی قبول نہیں کیا جائے گا اگرچہ وہ رسم عثمانی کے موافق بھی ہو۔ [۱۸]

امام ابن جزری رحمہ اللہ نے قراءات کی پانچ اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے چھ اَقسام بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

❶ **متواتر:** وہ قراءات ہیں جن میں درج ذیل تین شرطیں پائی جائیں:

- اس کو ایسی جماعت نے روایت کیا ہو جن کا جھوٹ پر جمع ہونا ممکن نہ ہو۔ اور یہ تواتر ہر طبقے میں پایا جاتا ہو حتیٰ کہ سند رسولِ اکرم ﷺ تک پہنچ جائے۔
- وہ قراءت عربی قواعد کے ساتھ موافق ہو اگرچہ کسی ایک وجہ کے ساتھ ہی ہو۔ جیسے امام حمزہ کی قراءت ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَآءَ لُونَ بِهٖ وَالْاَرْحَامِ ﴾ [النساء: ۱] میم کے جر کے ساتھ ہے جو متفق علیہ عربی قاعدے مطابق نہیں بلکہ ایک مختلف فیہ قاعدے کے مطابق ہے۔
- مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی مصحف کی رسم کے موافق ہو اگرچہ تقدیراً ہی کیوں نہ ہو۔ اکثر قراءاتِ متواترہ تمام مصاحف کی رسم کے مطابق ہیں لیکن بعض ایسی بھی ہیں تو تمام مصاحف کی رسم کے مطابق نہیں بلکہ کسی ایک مصحف کی رسم کے مطابق ہیں۔ مثلاً ابن کثیر کی قراءت ﴿ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ [التوبة: ۱۰۰]

مِنْ کی زیادتی کے ساتھ، مصحف مکی کے علاوہ کسی اور مصحف میں مِن کی زیادتی نہیں۔ اور تقدیراً مصحف کے موافق ہونے کی مثال امام عاصم وغیرہ کی قراءت ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ [الفاتحۃ: ۴] الف کے ساتھ، حالانکہ تمام مصاحف میں ملِكِ بغیر الف کے لکھا ہوا ہے۔ [19]

❷ مشہور: وہ قراءات جو اگرچہ تواتر کے درجہ کو نہ پہنچیں لیکن ان کی اسناد صحیح اور قرائے کرام کے ہاں مشہور ومعروف ہوں، نیز وہ عربی قواعد اور رسم عثمانی کے موافق بھی ہوں۔ ایسی قراءتیں، متواتر قراءات کے ساتھ ملحق ہیں اور ان کو علما نے نہ غلط قراءات میں شمار کیا ہے اور نہ ہی شاذ میں۔ ان قراءات کو بھی، بقول امام ابن جزری اور ابو شامہ رحمہما اللہ بطور قرآن پڑھا جا سکتا ہے۔ مثلاً امام ابن عامر کے راوی ابن ذکوان سے ﴿ وَلَا تَتَّبِعَانِ ﴾ نون کی تخفیف کے ساتھ مروی ہے، امام ابن عامر ہی کے راوی ہشام کی قراءت ﴿ الْاَفْيِدَة ﴾ اور امام ابن کثیر کے راوی قُنبُل کی قراءت ﴿ عَلَىٰ سُؤْقِهٖ ﴾ ہے اور اسی طرح وہ تسہیلیں اور امالے جو ایک یا دو کتابوں کے علاوہ کسی اور کتاب میں موجود نہیں۔ مدات میں قرا کے مراتب بھی اسی قبیل سے ہیں۔

محقق ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اور اس جیسی اور چیزیں اگرچہ متواتر نہیں لیکن یہ صحیح اور قطعی ہیں اور متواتر کے ساتھ ملحق ہیں اور ہمارا اعتقاد ہے کہ یہ قرآن سے ہیں اور ان سات حروف سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے کیونکہ اگر کوئی عادل اور ضابط جب کسی ایسی قراءت میں منفرد ہو جو عربی قواعد اور رسم عثمانی کے موافق ہو اور وہ مشہور ہو اور اسے تلقی بالقبول بھی حاصل ہو تو وہ قطعی ہو جاتی ہے اور اس سے علم یقین حاصل ہوتا ہے...... اسی کو محدثین کرام حدیث میں تلقی بالقبول کا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے علم یقین حاصل ہوتا ہے۔ امام ابن صلاح رحمہ اللہ نے 'مقدمہ' میں اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے اور ان کا خیال ہے کہ یہ بات (یعنی وہ روایات جو آحاد ہوں لیکن صحیح ہوں اور مشہور ہو جائیں تو وہ تواتر کے قائم مقام ہوتی ہیں اور ان سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے) ان سے پہلے کسی نے نہیں کہی، حالانکہ اَبو اسحٰق شیرازی نے اس بات کو اللمع في أصول الفقه میں ذکر کیا ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس بات کو ائمہ کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے جن میں قاضی عبدالوہاب مالکی، شافعیہ میں سے شیخ اَبو حامد اسفرائینی، قاضی اَبو طیب طبری، ابو اسحٰق شیرازی اور حنابلہ میں سے ابن حامد، اَبو یعلی بن فراء، اَبو خطاب، ابن زاغونی اور احناف میں سے شمس الائمہ سرخسی رحمہم اللہ شامل ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہی مذہب اشاعرہ میں سے اہل کلام مثلاً ابو اسحٰق اسفرائینی اور ابن فورک وغیرہ کا ہے، اور اہل الحدیث اور عام سلف کا یہی مذہب ہے۔ [20]

❸ آحاد: وہ قراءات جن کی سند تو صحیح ہو لیکن وہ رسم عثمانی یا عربی قواعد کے خلاف ہوں، یا وہ قراءات جن کی سند متواتر یا مشہور نہ ہو۔ انہیں قراءاتِ شاذہ کہا جاتا ہے، بطورِ قرآن ان کی تلاوت جائز نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی مستدرک میں باب قائم کر کے اس قسم کی بہت سی صحیح الاسناد آحاد قراءات روایت کی ہیں۔ مثلاً مستدرک حاکم میں سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے پڑھا: (مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفَارِفَ خُضْرٍ وَعَبَاقِرِيَ حِسَانٍ)، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے پڑھا: (لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفَسِكُم) فاء کے زبر کے ساتھ۔ اسی طرح صحیحین وغیرہ میں سیدنا عمر فاروق، ابن مسعود اور اَبو الدرداء رضی اللہ عنہم سے بعض قراءتیں کچھ زیادتی اور کچھ کمی اور بعض کلمات کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ منقول ہیں۔ سیدنا ابن مسعود اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہما سے ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالأُنثَىٰ﴾ [اللیل:۳] کی بجائے (وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَىٰ) مروی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے پڑھا (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَغَيْرِ الضَّالِينَ) [۲۱]

❹ شاذ: وہ قراءات جن کی سند صحیح نہ ہو...... جیسے کہ (مَلَكَ يَوْمَ الدِّينِ) صیغۂ ماضی اور يَوْمَ کے نصب کے ساتھ، (إِيَّاكَ يُعْبَدُ)، ابن السميفع کی قراءت (فَالْيَوْمَ نُنَحِّيكَ بِبَدَنِكَ) جیم کی بجائے حاء کے ساتھ اور (لِتَكُونَ لِمَنْ خَلَفَكَ ءَايَةً) [یونس:۹۲] لام کے فتح کے ساتھ۔

❺ موضوع: وہ قراءات جو اپنے قائل کی طرف بغیر کسی اصل اور سند کے منسوب ہوں۔ جیسے محمد بن جعفر خزاعی کی قراءات ہیں جن کو اُس نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

❻ مدرج: وہ قراءات جن میں راوی کی طرف سے تفسیراً کچھ اضافہ کر دیا گیا ہو۔ جیسے سیدنا سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ عنہ کی قراءت (وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ مِنْ أُمٍّ) [النساء: ۱۲] ہے، یہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ سیدنا ابن زُبیر رضی اللہ عنہ کی قراءت (وَلْتَكُنْ مِنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَسْتَعِينُونَ بِاللهِ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ) [آل عمران: ۱۰۴] ہے، عمرو کہتے ہیں مجھے علم نہیں کہ یہ ان کی قراءت تھی یا اُنہوں نے تفسیر بیان کی تھی، اسے امام سعید بن منصور اور انباری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور امام انباری رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ یہ تفسیر تھی۔ ان کو مدرج اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مدرج اَحادیث سے ملتی جلتی قراءات ہیں۔

قراءات کی یہ اَنواع امام سیوطی رحمہ اللہ نے امام ابن جزری رحمہ اللہ سے نقل کی ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ امام ابن جزری رحمہ اللہ نے پانچ انواع بیان فرمائی ہیں، چھٹی نوع قراءات کے تتبع کے بعد میرا اپنا اضافہ ہے۔ [۲۲]

قراءات کی ان چھ اقسام میں سے پہلی دو قسمیں صحیح اور متواتر قراءات کے ساتھ ملحق ہیں اور ان کو بطور قرآن پڑھا جاسکتا ہے۔ [۲۳] جہاں تک آخری چار اقسام ہیں تو ان سب کو اصطلاحاً قراءاتِ شاذہ کہتے ہیں، ان کو بطور قرآن نہیں پڑھا جاسکتا اور نہ ہی نماز میں ان کی قراءت جائز ہے۔ البتہ تیسری قسم یعنی آحاد قراءات جو اگرچہ قراءاتِ شاذہ میں شامل ہے لیکن بعض علما اسے نماز میں پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

شاذ قراءت سے مراد

شاذ، شَذَّ الرَّجُلُ شُذُوذًا سے ہے، جس کا معنی ہے کسی قوم اور جماعت سے الگ ہونا۔ [۲۴] ابن منظور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس لفظ میں بھی (ش ذ ذ) کے حروف ہوں تو اسمیں انفرادیت کا معنی پایا جاتا ہے اور شَذَّ الرَّجُلُ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص اپنے ساتھیوں سے منفرد ہوجائے اور ہر منفرد کو شاذ کہتے ہیں۔ [۲۵]

قراءتِ شاذہ کے بارے میں ہمیں مختلف اصطلاحی تعریفیں ملتی ہیں۔

بعض علما فرماتے ہیں کہ 'شاذ' سے مراد وہ قراءت ہے جو عربی قواعد کے موافق ہو اور اس کی سند صحیح ہو، لیکن وہ رسم عثمانی کے مخالف ہو۔[۲۶]

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر وہ قراءت شاذ ہے جو قراءاتِ عشر کے علاوہ ہو۔[۲۷]

اس تعریف پر علماء نے اعتراض کیا ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس بارے میں اختلاف ہے کہ وہ قراءت جو خبر واحد سے منقول ہو، کیا وہ قرآن ہے یا نہیں؟ تو کہا جاتا ہے کہ جو متواتر نہیں وہ قرآن بھی نہیں۔ علمائے اُصول بھی کہتے ہیں کہ قراءاتِ سبعہ وعشرہ ساری کی ساری متواتر ہیں، جبکہ معاملہ ایسا نہیں بلکہ قراءاتِ سبعہ وعشرہ میں سے ہر قراءت بطور خبر واحد ہی نقل ہوئی ہے (خبر واحد نقل ہونے سے نواب صاحب کی مراد وہ قراءات ہیں جو آحاد کی طرف منسوب ہوگئی ہیں جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ امام ابن کثیرؒ کی قراءت، امام ابوعمرو بصریؒ کی قراءت وغیرہ وغیرہ) اور قرا کی ایک جماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان میں سے بعض متواتر ہیں اور بعض آحاد۔ بلکہ قرائے کرام میں سے کوئی بھی تمام کی تمام قراءاتِ سبع کو متواتر نہیں کہتا، کجا یہ کہ قراءاتِ عشرہ کے بارے میں کہا جائے کہ یہ ساری کی ساری متواتر ہیں ...... المختصر ہر وہ قراءت جو مصاحف میں موجود ہو اور مشہور قرا نے اس پر اتفاق کیا ہو تو وہ قرآن ہے اور جس میں ان کا اختلاف ہے تو اگر وہ قراءات رسم عثمانی اور معنی عربی کے موافق ہیں تو قرآن ہیں اور اگر بعض رسم عثمانی کے موافق نہیں تو اگر تو انکی سند صحیح ہے اور وہ معنی عربی کے بھی موافق ہیں تو وہ 'قراءاتِ شاذہ' ہیں۔''[۲۸]

نواب صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ضروری نہیں کہ ہر وہ قراءت جو قراءاتِ عشر کے علاوہ ہو، شاذ ہوتی ہے بلکہ قراءاتِ عشر کے علاوہ بھی کچھ قراءات ایسی ہوسکتی ہیں جو متواتر ہوں۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر وہ قراءت جو قراءاتِ عشر میں شامل ہے وہ متواتر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم[۲۹]

امام سیوطی رحمہ اللہ قراءتِ شاذہ کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں:

''قراءتِ شاذہ وہ قراءت ہے جس کی سند صحیح نہ ہو۔''[۳۰]

ابھی تک قراءتِ شاذہ کی تین تعریفیں سامنے آئی ہیں کہ 'قراءتِ شاذہ' وہ ہے جس میں معروف تین ارکان میں سے کوئی رُکن رہ جائے یا پھر جو قراءاتِ عشر کے علاوہ ہو یا پھر جس کی سند صحیح نہ ہو۔

جہاں تک دوسری تعریف (یعنی وہ قراءت جو قراءاتِ عشر کے علاوہ ہو) کا تعلق ہے تو اس کا ردّ نواب صاحبؒ نے کر دیا ہے۔ جبکہ تیسری تعریف (وہ قراءت جس کی سند صحیح نہ ہو) بھی صحیح نہیں، اس کا ردّ امام سیوطی رحمہ اللہ نے خود ہی دوسرے مقام پر کر دیا ہے، فرماتے ہیں:

''شاذ قراءت وہ ہے جو عربی وجوہ میں سے کسی وجہ سے مخالف ہو یا رسم عثمانی کی مخالف ہو یا اس کی سند صحیح نہ ہو۔''[۳۱]

لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جن علما نے قراءاتِ شاذہ ان قراءات کو کہا ہے جو قرائے عشر کی قراءات کے علاوہ ہیں یا وہ ہیں جن کی سند صحیح نہیں، تو ان کا قول غیر مسلم ہے۔ اور قراءاتِ شاذہ کی صحیح تعریف یہ ہوگی: ہر وہ قراءت جس میں قراءتِ صحیحہ کے تینوں معروف اَرکان میں سے کوئی رکن رہ جائے تو وہ 'قراءتِ شاذہ' ہے۔ اس کی تائید ائمہ کے درج ذیل اَقوال سے بھی ہوتی ہے:

امام ابو شامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر کسی قراءت میں تین ارکان میں کوئی رکن رہ گیا تو وہ قراءتِ شاذہ ہوگی۔ یہی قول ابو محمد مکی بن ابی طالب اور امام سخاوی رحمہ اللہ کا ہے۔''[32]

ابو شامہؒ فرماتے ہیں:

''قراءتِ شاذہ وہ ہے جو بطور قرآن مروی ہو لیکن نہ وہ متواتر ہو اور نہ ہی مشہور ہو جسے پوری اُمت قبول کرے۔''[33]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قراءاتِ صحیحہ مقبولہ صرف وہی ہیں جو قراءاتِ عشرہ میں ہیں یا ان کے علاوہ بھی کوئی قراءت صحیح و مقبول ہو سکتی ہے؟

امام ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ممکن ہے کہ صدرِ اوّل میں کوئی ایسی متواتر قراءت بھی ہو جو قرائے عشر کی قراءات کی علاوہ ہو۔''[34]

شیخ زرقانی رحمہ اللہ صاحب مناہل العرفان اس مسئلہ کو تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حسن بصری، ابن محیصن، یحییٰ یزیدی اور اعمش کی قراءتوں کے بارے میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض متواتر ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ صحیح ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ وہ شاذ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ شخصیات اور عدد کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ قراءاتِ صحیحہ کا ایک ضابطہ ہے، پس جس قراءت میں بھی تین رُکن پورے ہو جائیں وہ قراءت مقبول ہے اور اگر تین رکن پورے نہیں ہوتے تو وہ مردود ہے، اس معاملہ میں قراءاتِ سبعہ، عشرہ، اربعہ عشر اور ان کے علاوہ قراءات میں کوئی فرق نہیں۔ پس ہر قراءت کیلئے ایک ہی میزان ہے جس کی اتباع کی جانی چاہئے۔''[35]

شیخ زرقانی رحمہ اللہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مسئلہ شخصیات اور اعداد کا نہیں یعنی یہ نہیں کہ قراءاتِ سبعہ صحیح ہیں یا قراءاتِ عشرہ صحیح ہیں یا امام نافع، ابن کثیر، ابن عامر اور امام عاصم وغیرہ کی قراءت صحیح ہے بلکہ اصل مسئلہ ضابطے کا ہے جو علما نے مقرر کیا ہے یعنی اگر کسی قراءت میں تینوں ارکان پائے جائیں گے تو وہ قراءت صحیح و مقبول ہوگی، ورنہ نہیں۔

امام ابن جزریؒ نے مکہ مکرمہ، مدینہ نبویہ، کوفہ، بصرہ اور شام کے ۲۱ ائمہ کے حوالے سے کہا ہے:

''قراءتِ صحیحہ کا ضابطہ عام ہے جو کسی عدد یا شخصیت کے ساتھ خاص نہیں۔ پس ان قراء میں کسی قاری کی طرف کوئی قراءت منسوب ہوگی تو ہم دیکھیں گے کہ اس میں قراءتِ صحیحہ کے تین ارکان پائے جاتے ہیں یا نہیں؟ اگر تینوں ارکان پائے جائیں گے تو ہم کہیں گے یہ قراءت مقبول ہے اور اگر تینوں رُکن یا کوئی ایک رکن نہ پایا گیا تو وہ قراءت غیر مقبول ہوگی چاہے خواہ سات قرا میں سے کسی کی قراءت ہو یا دس قرا میں سے یا پھر چودہ قرا میں سے کسی کی۔''[36]

ابن جزریؒ امام ابن تیمیہ سے نقل کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا:

''جو قراءتیں ائمہ اعمشؒ، یعقوبؒ، خلفؒ، ابو جعفرؒ اور شیبہ بن نصاح وغیرہ سے ثابت ہیں وہ انہی قراءات کی منزلت میں ہیں جو قرائے سبعہ سے ثابت ہیں اور اس بات میں ان فقہا اور قرا کا اختلاف نہیں ہے جن کی پیروی کی جاتی ہے۔''[37]

اگر ہم ان قرا کے ناموں پر غور کریں جن کا امام ابن تیمیہؒ نے نام لیا ہے تو ان میں دو قاری ایسے ہیں جو قرائے سبع و عشر کے علاوہ ہیں اور وہ ہیں اعمش اور شیبہ...... اور ابن تیمیہؒ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ فقہا جن کی پیروی کی جاتی ہیں انہوں نے ان کی اور ان کے علاوہ بعض ان قرا کی قراءات کو بھی قبول کیا ہے جو قرائے سبع و عشر کے علاوہ

ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس قسم کی قراءات شاذ کی قبیل سے نہیں بلکہ وہ واضح الفاظ میں فرماتے ہیں:

''اکثر وہ علما جنہوں نے حمزہ (قراء سبعہ میں سے مشہور قاری) کا زمانہ پایا ہے جیسا کہ سفیان بن عیینہ اور احمد بن حنبل اور بشر بن حارث وغیرہ ہیں وہ جعفر بن قعقاع، شیبہ بن نصاح اور بصریوں کی قراءات کو اختیار کرتے تھے۔'' [۳۸]

تو سلف صالحین کا قراءاتِ عشر کے علاوہ قراءات کو اختیار کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قراءاتِ عشر یا ان کے علاوہ قراءات میں اگر تینوں معروف ارکان جمع ہوجائیں تو وہ قراءات صحیح اور مقبول ہوں گی، اس بناء پر نہیں کہ وہ قرائے سبع یا عشر کی قراءات ہیں بلکہ اس بنا پر کہ ان میں قراءاتِ صحیحہ کی تمام شرائط پوری ہوگئی ہیں۔

قراءاتِ شاذہ کی انواع

گذشتہ صفحات میں ہم نے قراءات کی کل چھ انواع ذکر کی ہیں اور واضح کیا ہے کہ پہلی دو قسمیں یعنی متواتر اور مشہور قراءاتِ متواترہ ہیں یا ان کے ساتھ ملحق ہیں، جبکہ باقی چار قسمیں قراءاتِ شاذہ کی ہی ہیں اور وہ یہ ہیں:

① آحاد قراءات ② شاذ قراءات ③ موضوع قراءات ④ مدرج قراءات

ان کی تعریفیں اور تفصیلات پچھلے صفحات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

قراءات شاذہ کے ساتھ استدلال اور اس کا فقہ اسلامی پر اثر

یہاں قراءاتِ شاذہ سے مراد ایسی قراءت ہے جو کہ صحیح الاسناد ہو لیکن یا رسم عثمانی کے مخالف ہو یا کسی عربی قاعدہ کے، اور یا پھر وہ نہ تو متواتر ہو اور نہ ہی مشہور قراءت۔

جب ہم کتب ِفقہ اور اُصول فقہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے علما نے 'قراءاتِ شاذہ' کو بڑی اہمیت دی اور تقریباً تمام علما ہی 'قراءات شاذہ' سے استدلال کے جواز کی بحث ضرور کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسی بحوث ہمیں قراءاتِ متواترہ کے ساتھ احتجاج کے حوالے سے نہیں ملتیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ قراءتِ متواترہ کی سند چونکہ متواتر ہوتی ہے اور ہر متواتر پر بلا خلاف عمل کرنا چاہئے لہٰذا 'قراءاتِ متواترہ' کے ساتھ استدلال کے بارے میں کسی عالم کا کوئی خلاف نہیں۔ اور جیسا کہ ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں کہ 'قراءاتِ شاذہ' کی سند تواتر سے ثابت نہیں ہوتی لہٰذا اس کے ساتھ استدلال کے بارے میں علما کا اختلاف ہے اور ان کے اس بارے میں دو مذاہب ہیں:

① وہ حجت ہے اور اس کے مقتضی پر عمل کیا جاسکتا ہے ...... یہ اَحناف کا مذہب، امام مالک ؒ کا ایک قول، جمہور شافعیہ اَبو حامد غزالی، ابو الحسن ماوردی، ابن یونس، رافعی، ابن سبکی اور اسنوی رحمہم اللہ وغیرہ اور حنابلہ کا راجح مسلک ہے۔ [۳۹]

② وہ حجت نہیں اور اس کے ساتھ عمل جائز نہیں اور یہ امام مالک ؒ کا مذہب، امام شافعی ؒ اور ان کے اصحاب کا ایک قول اور امام احمد بن حنبل کی ایک روایت ہے اور ابن حزم کا بھی یہی قول ہے۔ [۴۰]

راجح قول واللہ اعلم یہی ہے کہ قراءاتِ شاذہ سے اَحکامِ فقہیہ کیلئے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ جب تابعین سے مروی چیز سے قرآن کی تفسیر ہوسکتی ہے تو کبارِ صحابہ سے مروی چیز سے قرآن کی تفسیر اور احکامِ فقہیہ پر استدلال کیوں نہیں ہوسکتا۔

پہلی مثال

① ﴿ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ﴾ [البقرة: ۱۸۴]

یہاں اُبی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ نے (فعدة من أيام أخر متتابعات) پڑھا ہے۔[41]

تو علما کا اختلاف ہے کہ اگر روزوں کی قضا دینی ہو تو کیا تتابع یعنی پے در پے روزے رکھنا ضروری ہے یا نہیں:

- تتابع ضروری ہے...... یہ علیؓ، ابن عمرؓ، نخعیؒ، شعبیؒ سے مروی ہے اور داؤد ظاہریؒ کہتے ہیں کہ تتابع ضروری تو ہے لیکن شرط نہیں۔[42] اور ان کی ادلہ میں سے اُبی بن کعبؓ کی یہی قراءتِ شاذہ بھی ہے۔
- تفریق جائز ہے لیکن تتابع مستحب ہے...... یہ قول جمہور کا ہے۔[43]

اور ان کی دلیل دوسری دلیلوں کے علاوہ یہ ہے کہ اگر تتابع ضروری ہوتا تو متواترہ قراءت میں متتابعات کا ذکر ہوتا جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ﴾ اور اس فرمان ﴿ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ﴾ میں مذکور ہے۔

دوسری مثال

② ﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ﴾ [المائدة: ۳۸]

اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ چوری کی حد یہ ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

اس آیت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی شاذ قراءت ہے (والسارقون والسارقات فاقطعوا أيمانهم)

اسی طرح ایک اور روایت بھی ہے: (والسارق والسارقة فاقطعوا أيمانهما)[44]

تو اس بارے میں فقہا کا اتفاق ہے کہ اگر پہلی دفعہ چور نے چوری کی ہے تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے۔ ان کی دلیل سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہی شاذ قراءت ہے، یا تو اس بنا پر کہ یہ پہلے قرآن کریم میں تھا جس کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے یا اس لئے کہ یہ قراءتِ شاذہ ہے جس سے احکامِ شرعیہ پر استدلال کیا جا سکتا ہے یا پھر اس بنا پر کہ یہ تفسیری قراءت ہے۔[45]

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے اِجماع نقل کیا ہے کہ اگر قراءتِ شاذہ صحیح سند سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہو تو اس سے احکام پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔[46]

درج بالا گذارشات سے ثابت ہوتا ہے کہ قراءاتِ شاذہ سے استدلال ہو سکتا ہے اور احکامِ فقہیہ پر قراءاتِ شاذہ کا گہرا اثر ہے۔

قراءاتِ شاذہ کی بطورِ قرآن تلاوت اور ان کو نماز میں پڑھنا

پیچھے ہم بیان کر آئے ہیں کہ وہ قراءتِ شاذہ جس کی سند تو صحیح ہو لیکن متواتر یا مشہور نہ ہو یا پھر وہ عربی قواعد یا رسم عثمانی کے خلاف ہو تو اس کو بطورِ تفسیر اور بیان تو قبول کیا جا سکتا ہے لیکن بطورِ قرآن اس کی تلاوت نہیں ہو سکتی کیونکہ یا تو وہ ایسی قراءت ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے شروع میں تو قراءت کیا لیکن عرضۂ اَخیرہ میں اسے تلاوت نہیں کیا تو وہ منسوخ ہو چکی ہے اور یا پھر وہ ایسی قراءت ہے جو خبر واحد سے مروی ہے اور متواتر یا مشہور نہیں ہو سکی۔[47]

اس بارے میں امام ابن جزری رحمہ اللہ نے علما کا اختلاف ذکر کیا ہے کہ وہ قراءاتِ شاذہ جو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہوں لیکن عدمِ تواتر یا استفاضہ کی بنا پر وہ قراءاتِ صحیحہ کی صف میں شامل نہ ہوسکیں انہیں نماز میں پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بعض علما کا مسلک ہے کہ ان کو نماز میں پڑھا جا سکتا ہے کیونکہ صحابۂ کرام اور تابعین عظام بھی ان کو نماز میں پڑھا کرتے تھے...... جبکہ اکثر علما کا مسلک یہ ہے کہ یہ نماز میں نہیں پڑھی جا سکتیں کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ سے تواتر سے منقول نہیں اور اگر یہ نقلاً ثابت ہوں بھی تو یہ عرضۂ اخیرہ اور مصاحفِ عثمانیہ پر صحابہ کے اجماع وغیرہ سے منسوخ ہو چکی ہیں، تو اب اگر کسی قراءت شاذہ کی تلاوت کرنا جائز نہیں تو اس کو نماز میں پڑھنا بالا ولی جائز نہ ہوگا۔[۴۸]

امام ابن جزری رحمہ اللہ نے علما کی ایک کثیر تعداد بیان کی ہے جو یہ کہتے تھے کہ قراءت شاذہ کے ساتھ نماز جائز نہیں۔ ان علما میں سے سراج الدین عمر بلقینی، جمال الدین عبد الرحیم اِسنوی، ضیاء الدین قزوینی اور اسماعیل بن کثیر رحمہم اللہ ہیں۔[۴۹]

اَبوعمرو بن حاجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قراءتِ شاذہ کو نماز اور غیر نماز میں نہیں پڑھا جا سکتا، چاہے پڑھنے والا عربی زبان کا جاننے والا ہی کیوں نہ ہو۔[۵۰]

امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ نماز میں وہ قراءت منع ہے جو مصحف کی رسم کے علاوہ ہو۔[۵۱]

امام اَبوالحسن سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قراءتِ شاذہ کے ساتھ نماز نہیں ہوسکتی...... امام نووی اپنے فتاویٰ میں ذکر کرتے ہیں کہ قراءاتِ شاذہ کے ساتھ نماز پڑھنا حرام ہے۔[۵۲]

شہاب الدین الرملی شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ قراءت شاذہ کے ساتھ نماز حرام ہے اور علامہ ابن عبدالبرؒ نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔[۵۳]

لیکن نماز میں کسی قراءت کو نہ پڑھنے سے یہ مقصد نہیں کہ اس سے استدلال بھی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ جیسا کہ ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہ قراءات شاذہ سے اکثر علماء استدلال کرتے ہیں اور ان کو بطور تفسیر اور بیان بھی قبول کرتے ہیں۔

قراءاتِ شاذہ کے معروف قرا کا مختصر تعارف

قراءاتِ شاذہ کے معروف چار قراء ہیں:

① حسن البصري ② ابن محيصن ③ يحيى اليزيدي ④ الأعمش

حسن بصریؒ

ان کا پورا نام اِمام اَبوسعید حسن بن اَبوحسن یسار بصری ہے۔ علم وعمل کے اعتبار سے اپنے زمانہ کے امام ہیں۔ سیدنا علیؓ، سمرہ بن جندبؓ اور اُم سلمہؓ سے ان کی ملاقات ثابت ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ کہنا چاہوں کہ قرآن کریم حسن بصریؒ کی لغت میں نازل ہوا ہے تو میں ان کی فصاحت کی وجہ سے یہ کہہ سکتا ہوں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پیدا ہوئے اور ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے دو راوی یہ ہیں

① بلخي ② دوري

ابن محیصنؒ

ان کا پورا نام اَبوعبداللہ بن عبدالرحمٰن بن محیصن سہمی ہے، حدیث اور عربی زبان کے عالم تھے، امام ابن کثیرؒ کے علاوہ یہ بھی اہل مکہ کے مقری تھے۔

درباس مکیؒ جوحبر الامہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے ابن محیصن سے بڑھ کر قرآن کریم اور عربی زبان کا عالم نہیں دیکھا۔۱۲۳ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے دو راوی یہ ہیں:

① بزّي ② ابن شنبوذ

یحییٰ الیزیدیؒ

ان کا پورا نام اَبومحمد یحییٰ بن مبارک بن مغیرہ الیزیدی العدوی ہے۔لغت واَدب کے اِمام ہیں۔معروف قاری اَبو عمرو بصریؒ کے بہترین شاگردوں میں سے ہیں۔

۱۲۸ھ میں مروان بن محمد کے زمانے میں پیدا ہوئے اور ۲۰۲ھ میں وفات پائی۔ان کے دو راوی یہ ہیں

① سليمان بن حكم ② أحمد بن فرح

اَعمشؒ

ان کا پورا نام اَبومحمد سلیمان بن مہران اَعمش اَسدی، کاہلی، کوفی ہے۔

قراءات اور حدیث کے اِمام تھے، قرآن کریم میں کبھی غلطی نہیں کی۔

وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ستر سال تک اَعمشؒ سے تکبیر تحریمہ فوت نہیں ہوئی۔ امام شعبہؒ بن حجاج نے ان کے حفظ واتقان کی وجہ سے ان کا نام ہی مصحف رکھ دیا تھا۔

امام ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب سے اَعمشؒ پیدا ہوئے تب سے اسلام عزت والا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے عبداللہ بن ابی اوفی اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے لقا ثابت ہے۔

۶۰ھ میں عاشوراء کے دن پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے دو راوی یہ ہیں

① مطوعي ② شنبوذي [۵۴]

حواشی

① القَامُوس المُحِيط: ص۶۲ ③ التّبيَان: ص۲۳۳

② مُنجد المُقرِئين: ص۳، اِتّحَافُ فُضلاءِ البَشَر: ص۵، البدور الزاهرة: ص۳

④ النشر: ۱/ ۷، المدخل لدراسة القرآن الكريم: ص۲۷۴، مناهل العرفان: ۱/ ۴۱۲

⑤ البُرهان في علوم القرآن: ۱/ ۴۶۵، اتّحاف فضلاء البشر: ص۵

⑥ منجد المقرئين: ص۴

⑦ الإتقان: ا/ ٧٣، أثر القراء ات في الفقه الإسلامی: ص٩٨-١٠٢
⑧ مناهل العرفان: ا/ ٤١٦
⑨ النّشر: ا/ ٥٤ وما بعدها
⑩ عنایاتِ رحمانی: ا/ ٤١
⑪ ایضاً: ا/ ٤٢
⑫ ایضاً: ا/ ٤١
⑬ الإتقان: ا/ ٧٤، البدور الزاهرة: ص٨
⑭ عنایاتِ رحمانی: ا/ ١٠
⑮ النشر: ا/ ٤٦
⑯ منجد المقرئين: ص١٦، ٧٨
⑰ مناهل العرفان: ا/ ٤١٦، ٤٦٦
⑱ النشر: ا/ ١٣، الإتقان: ا/ ٧٦
⑲ مُنجد المقرئين: ص١٥
⑳ منجد المقرئين: ص١٩، مناهل العرفان: ا/ ٤٤٣
㉑ النشر: ا/ ١٤، منجد المقرئين: ص١٦، الإتقان: ا/ ٧٦، الإبانة: ص٧٩
㉒ الإتقان: ا/ ٧٦، مناهل العرفان: ا/ ٤٣٠
㉓ منجد المقرئين: ص١٩، مناهل العرفان: ا/ ٤٤٣
㉔ مختار الصّحاح: ا/ ١٤٠، (مادہ: ش ذ ذ)
㉕ لسان العرب: ٣/ ٤٩٤، (مادہ: ش ذ ذ)
㉖ منجد المقرئين: ص١٦
㉗ غاية الوصول: ص٥، حصول المامول: ص٣٥
㉘ حصول المامول: ص٣٥
㉙ منجد المقرئين: ص١٦، البرهان: ا/ ٤٦٦
㉚ الإتقان: ا/ ٧٦
㉛ الإتقان: ا/ ٧٨
㉜ البحر المحيط: ٢/ ٢٢١
㉝ المرشد الوجيز: ص١٨٤
㉞ منجد المقرئين: ص١٦، ٧٨
㉟ مناهل العرفان: ا/ ٤٦٦
㊱ النشر: ا/ ٩
㊲ النشر: ا/ ٤٠
㊳ النشر: ا/ ٣٩
㊴ فواتح الرّحموت شرح مسلم الثبوت للأنصاري: ٢/ ١٦، هداية العقول إلىٰ غاية السول في علم الأصول: ا/ ٤٤٦، شرح الكوكب المنير للفتوحي: ٢٠/ ١٤٠، روضة الناظر: ا/ ١٨١
㊵ مختصر ابن الحاجب مع شرحيه العضن: ٢/ ٢١، وبيان المختصر: ا/ ٤٧٢، الأم: ٧/ ٦٦، وحاشية البناني للمحلي: ا/ ٢٣٢، أصول مذهب الإمام أحمد: ص١٨٦، شرح الكوكب المنير: ا/ ١٤٠، الإحكام في أصول الأحكام: ٢/ ١٧٠، ١٧١
㊶ أثر القراء ات في العلوم الشرعية: ص٣٩٢
㊷ أيضًا
㊸ أيضًا: ص٣٩٣
㊹ أيضًا: ص٣٩٦
㊺ أثر القراء ات في الفقه الإسلامي: ص٣٩٦
㊻ الفتاوى الكبرىٰ: ٣/ ١٦٩
㊼ المرشد الوجيز: ص٨٢
㊿ منجد المقرئين: ص١٨
㊽ النّشر: ا/ ١٤، منجد المقرئين: ص١٦، مناهل العرفان: ا/ ٤٦٧
㊾ أثر القراء ات في الفقه الإسلامي: ص٣٤٨
(٥٢) البحر المحيط: ٢/ ٢٢١
(٥١) أثر القراء ات في الفقه الإسلامي: ص٣٤٩
(٥٣) فتاوى الرّملي: ٤/ ٣٢٠
(٥٤) أثر القراء ات في الفقه الإسلامي: ص٣٥٢، اتحاف فضلاء البشر: ص٩